حیات مسیح علیہ السلام

مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

حیاتِ مسیح (سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام)

خطیب پاکستان علامہ محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

ویسے تو اختلافِ آراء و مذہب سے کوئی بھی دور خالی نہیں گزرا لیکن موجودہ دور اس لحاظ سے بہت زیادہ نازک انتہائی خطرناک اور تباہ کن ہے۔ اس لیے کہ خود مسلمان کہلانے والوں میں بدقسمتی سے ایسے افراد پیدا ہو گئے ہیں جنھوں نے اسلام کے حصارِ محکم کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے میں اپنی تمام تو تیں صرف کر رکھی ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ گزشتہ ادوار میں بھی اسلام اور مسلمانوں کو ایسے لوگوں کی وجہ سے بہت نقصان پہنچا اور یہ تو ایک حقیقت ہے کہ مسلمانوں کو جتنا نقصان ان مارہائے آستین سے پہنچا اتنا نقصان کفار و مشرکین سے کبھی نہیں پہنچا۔

یہ مارہائے آستین، مصلحین کا لباس پہن کر نمودار ہوتے ہیں۔ انکا ظاہر طل فریب اور باطن سراسر مکروفریب ہوتا ہے۔ یہ گندم نما جوفروش یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے ملت کی اصلاح میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں حالانکہ ملت کی تباہی و بربادی کا سبب یہی مفسدین اور منافقین ہی ہوتے ہیں۔ موجودہ دور میں ان مفسدین نے اپنی خواہشات نفسانی اور اغراض ملعونہ کی تکمیل کے لیے معاذ اللہ جس طرح قرآن وحدیث اور شریعت و سنت کو خصوصاً تختۂ مشق بنایا ہوا ہے اسکی مثال نہیں ملتی مگر الحمد للہ دین وملت کے حقیقی محافظ کی رحمت سے ایسے ایسے مخلص اور پاکباز بندے پیدا ہوتے رہے جو ان عیار و مکار لوگوں کی عیاریوں، مکاریوں کا پردہ چاک کر کے ملت کو حقیقت حال سے آگاہ کرتے رہے اور ان شاء اللہ کرتے رہیں گے۔ علماء کرام کی اس مسلسل جہاد اور پیہم کوشش کے باوجود بھی بعض فرقے جسم ملت پر ناسور کی طرح ملت کے لیے انتہائی کرب واذیت کا باعث بنے ہوئے ہیں۔

انگریز نے نبوت کے جھوٹے دعویدار مرزا قادیان کی جھوٹی نبوت کی تخلیق اور پھر اپنے زیر سایہ اسکی پرورش کر کے ملت اسلامیہ پر جو کاری ضرب لگائی ہے وہ سخت تباہ کن ثابت ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ مرزا قادیانی کے عقائد باطلہ میں سے ایک عقیدہ باطلہ یہ ہے کہ!

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور جس عیسیٰ ابن مریم کے آنے کی احادیث نے خبر دی ہے وہ میں ہی ہوں اور مسلمانوں کا یہ عقیدہ کہ عیسیٰ ابن مریم آسمان پر زندہ اٹھا لیے گئے ہیں اور قرب قیامت نازل ہوں گے بالکل غلط ہے۔ جو ایسا عقیدہ رکھتے ہیں گمراہ ہیں بے دین ہیں"۔ (معاذ اللہ) اس لیے بندہ نہایت اختصار کیساتھ مسئلہ حیاتِ مسیح ہدیہ ناظرین کر رہا ہے۔ (وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم)

مسئلہ حیاتِ مسیح:

مسئلہ حیات مسیح بیان کرنے سے پہلے یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ اس مسئلہ کو مسئلہ ختم نبوت کیساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اگر بفرض محال حیات مسیح ثابت نہ ہو سکے تو بھی حضور اکرم ﷺ آخری نبی ہیں آپ کے بعد کسی قسم کا دعویٰ کرنا آیات قرآنی اور احادیث نبوی کا صریح انکار اور کفر ہے۔

رہا مسئلہ حیات مسیح تو یہ مسئلہ قرآن کریم ، احادیث نبویہ اور اجماع اُمت سے ایسا واضح طور پر ثابت ہے کہ اہل اسلام میں آج تک کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا۔ البتہ چند فلاسفر ملحد لوگوں نے اسکا ضرور انکار کیا لیکن علماء اُمت نے برابر انکار رد کیا اور دلائل قطعیہ سے ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ اُٹھائے گئے ہیں اور قرب قیامت نزول فرمائیں گے۔ چند دلائل ملاحظہ ہوں:

اللہ تعالیٰ نے یہود کے ملعون و مغضوب ہونے کے جو جو اور اسباب ذکر فرمائے ان میں فرمایا!

1: و بکفرهم و قولهم علی مریم بهتانًا عظیمًا۔ وقولهم انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول الله وما قتلوه وما صلبوه ولکن شبه لهم وان الذین اختلفوا فیه لفی شك منه ما لهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه یقینًا۔ بل رفعه الله الیه وکان الله عزیزاً حکیمًا○(النساء ۱۵۶۔۱۵۷۔۱۵۸)

اور بسبب ان کے کفر کے اور مریم (صدیقہ) پر عظیم بہتان لگانے کے اور ان کے اس قول کے سبب کہ ہم نے مسیح ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے حالانکہ نہ انہوں نے اس کو قتل کیا اور نہ انہوں نے اس کو سولی دیا۔ بلکہ انکے لیے اسکی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا اور بے شک وہ لوگ جنہوں نے اختلاف کیا اس (عیسیٰ) کے بارے میں وہ بھی شک و شبہ میں ہیں ان کے پاس اسکا کوئی صحیح علم نہیں بجز گمان کی پیروی کے اور انہوں نے یقیناً اس (عیسیٰ) کو قتل نہیں کیا بلکہ اس کو اللہ نے اپنی طرف یعنی آسمان پر اٹھا لیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

اس آیت میں چند باتیں نہایت قابل غور ہیں!

اولاً: یہود پر لعنت کے اسباب سے ایک سبب ان کا یہ قول ہے کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا۔ (معاذ اللہ) لہذا جو یہ کہے کہ مسیح ابن مریم مقتول اور مصلوب ہوئے وہ ملعون ہے۔

ثانیاً: ان کا یہ قول کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا محض قول ہی قول اور صرف زبانی دعویٰ ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ نہ انہوں نے قتل کیا نہ صلیب دیا۔ دونوں کی الگ الگ مستقل نفی فرمائی گئی تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ ہلاکت کی کوئی صورت پیش نہیں آئی۔

ثالثاً: فرمایا کہ ان کے لیے ایک کو عیسیٰ کا شبیہ اور ہم شکل بنا دیا گیا تا کہ اسکو عیسیٰ سمجھ کر قتل کریں اور ہمیشہ کے لیے اشتباہ میں پڑے رہیں چنانچہ جب یہودیوں نے حضرت مسیح کے قتل کا ارادہ کیا تو پہلے ایک شخص ان کے گھر میں داخل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح کو آسمان پر اٹھا لیا اور اس شخص کی صورت آپ کی صورت میں مشابہ کر دی۔ جب دوسرے لوگ گھر میں گھسے تو انہوں نے اس شخص کو مسیح سمجھ کر قتل کر دیا۔ جب مقتول کو اچھی طرح دیکھا تو کہنے لگا کہ چہرہ تو مسیح کے چہرے سے مشابہ ہے اور باقی بدن ہمارے ساتھی کا معلوم ہوتا ہے۔ بعض نے کہا کہ اگر یہ مقتول مسیح ہے تو ہمارا آدمی کہاں گیا اور اگر یہ مقتول ہمارا آدمی ہے تو مسیح کہاں ہے؟ غرض کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ صحیح علم کسی کو بھی نہیں۔ چنانچہ یہود و نصاریٰ کے تمام فرقے غلط فہمیوں اور اشتباہ کا شکار ہیں اور صرف جھوٹے گمان کی اتباع کرتے ہیں۔

رابعاً: حضرت مسیح کے متعلق تمام پھیلے ہوئے نظریات کا بطلان کر کے فرمایا جس عیسیٰ کو انہوں نے قتل کیا اور سولی نہیں دی اسی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا کیوں کہ یہ امر بالکل واضح ہے کہ **بل رفعه** کی ضمیر اسی طرف راجع ہے جس طرف **قتلوه** اور **صلبوه** کی ضمیریں راجع ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ قتل اور صلیب جسم ہی کا ممکن ہے روح کا قطعاً ناممکن تو معنی یہ ہوئے کہ جس جسم کو انہوں نے قتل نہیں کیا اور سولی نہیں دی اسی جسم کو اللہ نے اپنی طرف اٹھا لیا۔

خامساً: یہود کا قول کہ ہم نے مسیح ابن مریم کو قتل کر دیا جسم کے قتل سے متعلق تھا نہ کہ روح کے اور اسی جسم کے قتل کی اللہ تعالیٰ نے تردید فرمائی کہ تم غلط کہتے ہو کہ تم نے اس کے جسم کو قتل کیا یا صلیب پر چڑھایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم کو صحیح و سالم آسمان پر اٹھا لیا۔ لہذا ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جسمانی قتل و صلیب کی نفی فرمائی اور جسمانی رفع کا اثبات فرمایا۔

سادساً: کلمہ بل کے ماقبل اور مابعد میں منافات اور تضاد کا ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ فرمایا! **وقالوا اتخذ الرحمن ولداً سبحنه بل عباد مکرمون** (الانبیاء ۲۶) دیکھئے ماقبل ولدیت اور مابعد عبودیت ہے

اور دونوں میں منافات ہے دونوں جمع نہیں ہو سکتے اور زیر بحث آیت میں کلمہ بل کے ماقبل قتل اور صلیب ہے اور مابعد رفع الی اللہ ہے تو اگر رفع الی اللہ سے روحانی رفع بمعنی موت ہو تو ان دونوں میں منافات اور تضاد نہیں یہ دونوں جمع ہو سکتے ہیں۔ دیکھئے شہدا کا جسم قتل ہو جاتا ہے اور روح آسمان پر اٹھالی جاتی ہے۔ لہذا ضروری ہوا کہ بل رفعہ اللہ میں رفع جسمانی مراد ہو جو قتل اور صلیب کے منافی ہے۔

سابعاً: اگر اس آیت میں رفع روحانی بمعنی موت مراد ہو تو ماننا پڑے گا کہ وہ رفع یہود کے قتل اور صلیب سے پہلے واقع ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے! "اَمْ یقولون بہ جنة بل جاءھم بالحق "(المومنون:۷۰) اور فرمایا! "ویقولون ائنا لتارکو الھتنا لشاعر مجنون بل جاء بالحق "(الصافات:۳۶)۔ ان آیات میں حضور اکرم ﷺ کا حق لے کر آنا ان کے شاعر اور مجنون کہنے سے پہلے واقع ہوا۔ اسی طرح رفع روحانی بمعنی موت کو ان کے قتل اور صلیب سے پہلے ماننا پڑے گا حالانکہ کہ مرزا صاحب قادیانی اس کے قائل نہیں وہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام یہود سے نجات پا کر فلسطین سے کشمیر گئے وہاں عرصہ دراز تک یعنی ستاسی سال زندہ رہے پھر وفات پائی اور سری نگر کے محلہ خانیار میں مدفون ہوئے وہیں آپ کا مزار ہے۔ (معاذ اللہ)

ثامناً: یہ کہ رفع روحانی بمعنی موت مراد لینے سے وکان اللہ عزیزاً حکیماً کیساتھ مناسبت نہیں رہتی کیوں کہ عزیزاً حکیماً ایسے ہی موقع پر فرمایا جاتا ہے جہاں کہ کوئی عجیب وغریب اور خارق عادت امر پیش آیا۔ چونکہ رفع جسمانی عجیب وغریب امر تھا لہذا عزیزاً حکیماً فرما کر اس طرف اشارہ فرمایا۔ وہ اللہ غالب و قادر اور حکیم ہے کسی کو زندہ آسمان پر اٹھالینا اسکے لیے کوئی محال اور مشکل امر نہیں بلکہ وہ اس پر قادر ہے اور وہ حکیم بھی ہے اسکا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا لہذا حضرت مسیح کو زندہ آسمان پر اٹھانا مصلحت وحکمت پر مبنی ہے۔

تاسعاً: یہ کہنا کہ آسمان پر جانے کی کوئی تصریح نہیں؟ اسکا جواب یہ ہے کہ فرمایا! بل رفعہ اللہ الیہ (اللہ نے مسیح کو اپنی طرف اٹھالیا) کے معنی یہی ہیں کہ اللہ نے آسمان پر اٹھالیا جیسا کہ فرمایا! تعرج الملائکة والروح الیہ (المعارج:۴) کہ فرشتے اور روح الامین اللہ کی طرف یعنی آسمان پر چڑھتے ہیں۔ دیکھئے دونوں آیتوں میں الیہ ہے جسکا معنی ہے (اسکی طرف) اگر الیہ سے مراد آسمان پر جانا نہیں تو بتایئے کہ فرشتے اور روح الامین جو اللہ کی طرف چڑھتے ہیں وہ کہاں جاتے ہیں؟۔

عاشراً: حدیث رسول ﷺ نے بھی الیہ کی تفسیر فرمادی کہ آسمان پر اٹھالیا گیا۔ پھر خواہ مخواہ کی کج بحثی کا تو کوئی

علاج نہیں ۔(تلك عشرة كاملة)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

2:ومكروا ومكر الله والله خير الماكرين ٥ اذ قال الله يعيسى انى متوفيك ورافعك الى و مطهرك من الذين كفروا وجاعل الذين اتبعوك فوق الذين كفروا الى يوم القيمة ثم الى مرجعكم فاحكم بينكم فيما كنتم فيه تختلفون ۔(آل عمران:۵۴-۵۵)

اور یہودیوں نے (مسیح کو قتل کرنے کی) خفیہ سازش کی اور اللہ نے بھی (مسیح کو بچانے کی) خفیہ تدبیر کی اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔جب کہ فرمایا اللہ نے اے عیسیٰ بے شک میں تجھے پورا پورا لینے والو ہوں اور تجھے اپنی طرف (یعنی آسمان پر) اٹھانے والا ہوں اور تجھے پاک کرنے والا ہوں ان لوگوں (کی تہمتوں) سے جنہوں نے (تیرا) انکار کیا۔اور جنہوں نے تیری پیروی کی ان کو قیامت تک (تیرے) منکروں پر غالب کرنے والا ہوں ۔پھر تم سب کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے پس (اس وقت) میں فیصلہ کروں گا تمہارے درمیان (ان امور کا) جن میں تم اختلاف کرتے رہے تھے۔

اور جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا! اے عیسیٰ ابن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری والدہ کو اللہ کے سوا معبود بنا لو؟! اسکے جواب میں عیسیٰ علیہ السلام جو کچھ کہیں گے اس میں یہ بھی کہیں گے!

3: ما قلت لهم الا ما امرتنی به ان اعبدوا الله ربی و ربکم و کنت علیهم شهیدًا ما دمت فیهم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم وانت علی کل شئی شهید O (المائدہ:۱۱۷)	میں نے انہیں نہیں کہا مگر وہ جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ عبادت کرو اللہ کی جو میرا بھی اور تمہارا بھی پروردگار ہے اور میں ان پر مطلع تھا۔ جب تک میں ان میں رہا پھر بھی جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تو ہی ان پر نگران تھا اور تو ہر چیز کا مشاہدہ کرنے والا ہے۔

ان آیتوں میں چند باتیں نہایت قابل غور ہیں!

اولاً: یہودیوں کی خفیہ سازش اور اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر کیا تھی؟ تو اس سلسلے میں تمام مفسرین فرماتے ہیں کہ یہودیوں کی خفیہ سازش حضرت عیسیٰ کو قتل کرنے اور صلیب دینے کی تھی اور اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بچانے اور زندہ آسمان پر اٹھانے کی تھی۔ تو یہودیوں کی سازش ناکام ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی تدبیر غالب و کامیاب ہوئی۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ سب سے بہتر تدبیر فرمانے والا ہے۔ ہو نہیں سکتا کہ کسی کی تدبیر اللہ تعالیٰ کی تدبیر پر غالب آجائے۔

ثانیاً: اگر اس آیت میں توفی سے مراد موت لی جائے تو یہ یہودیوں کی تدبیر کی کامیابی ہوگی کیونکہ ان کی تمنا و آرزو یہی تھی کہ عیسیٰ کو ختم کردو تو اللہ تعالیٰ نے انکو موت دے کر یہودیوں کی تمنا و آرزو کے مطابق کردیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی تدبیر کونسا کام ماننا پڑے گا۔ (معاذ اللہ)

ثالثاً: اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہ ان کی قوم نے آپس میں خفیہ طور پر یہ طے کیا کہ رات کے وقت صالح علیہ السلام اور ان کے اہل کو قتل کردیں اور بعد میں ان کے وارثوں سے کہہ دیں گے کہ ہم تو اس موقع پر موجود ہی نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

ومکروا مکرا و مکرنا مکراً وھم لا یعشرون O فانظر کیف کان عاقبة مکرھم انا دمرنھم وقومھم اجمعین O (النمل:۵۰،۵۱)	انہوں نے (صالح علیہ السلام) کے قتل کی خفیہ سازشیں کیں اور ہم نے بھی (ان کے بچانے کی) خفیہ تدبیر کی کہ ان کو خبر بھی نہ ہوئی تو دیکھ لو ان کو اور ان کی ساری قوم کو ہلاک کر دیا۔

دیکھئے اس آیت میں بھی **ومکروا** کے بعد **ومکرنا** ہے قوم ثمود نے صالح علیہ السلام کے قتل کی سازش کی تو اللہ تعالیٰ نے تدبیر کی ان کے بچانے کی آخر اللہ تعالیٰ کی تدبیر غالب ہوئی۔ حضرت صالح علیہ السلام زندہ رہے اور قوم تباہ ہو گئی۔ ایسا ہی حضور اکرم ﷺ کے ذکر میں فرمایا!

واذ یمکربك الذین کفروا لیثبتوك او یقتلوك او یخرجوك ویمکرون و یمکرواللہ واللہ خیر الماکرین O (الانفال:۳۰)	اور (اے محبوب) یاد کرو جب کفار تمہارے متعلق سازشیں کر رہے تھے کہ تمہیں قید کر دیں یا تمہیں قتل کر دیں یا تمہیں جلاوطن کر دیں وہ خفیہ سازشیں کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ خفیہ تدبیر فرما رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔

دیکھئے اس آیت میں بھی **وَيَمْكُرُ اللّٰهُ** ہے۔ کفار مکہ نے حضور اکرم ﷺ کے (معاذاللہ) قتل وغیرہ کی خفیہ سازشیں کیں تو اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کی حفاظت کی خفیہ تدبیر فرمائی۔ آخر اللہ تعالیٰ کی تدبیر غالب ہوئی کہ آپ کو صحیح سلامت مدینہ منورہ پہنچا دیا اور کفار کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں فرمایا! **ومکروا و مکر اللہ واللہ خیر الماکرین** کہ یہود نے ان کے قتل کی سازشیں کیں اور اللہ تعالیٰ نے انکی حفاظت کی دشمنوں سے بچا کر آسمان کی طرف ہجرت کرا دی۔

فائدہ:

حضور اکرم ﷺ کی ہجرت مدینہ منورہ ہوئی۔اس لیے کہ آپ کے اجزائے جسمیہ مدینہ منورہ کی مبارک زمین سے لیے گئے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہجرت آسمان پر ہوئی اس لیے کہ ان کے اجزائے جسمیہ آسمان سے جبریل امین لے کر آئے تھے اور جہاں سے کسی کے اجزائے جسمیہ آتے ہیں وہیں اسکی ہجرت ہوتی ہے اور ہجرت کے بعد واپسی ضرور ہوتی ہے۔دیکھئے حضور نبی کریم ﷺ ہجرت کے کچھ عرصہ بعد مکہ فتح کرنے کے لیے تشریف لائے اور اہل مکہ آپ پر ایمان لائے۔اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام بھی فتح اسلام کے لیے ضرور تشریف لائیں گے اور اہل کتاب آپ پر ایمان لائیں گے۔

مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوگیا کہ **انی متوفیك ورافعك الی** اور **فلما توفیتنی** کا مطلب موت کے بعد روحانی طور پر اپنی طرف اٹھانا نہیں ہے بلکہ پورا پورا یعنی مع جسم و روح زندہ اپنی طرف آسمان پر اٹھانا ہے۔

رابعًا: **انی متوفیك** اور **فلما توفیتنی** کا معنی کیا ہے؟ **متوفی** اور **تَوَفَّيْتَ** کا مصدر **توفی** اور **توفی** وفا سے مشتق ہے۔وفا کے اصلی اور حقیقی معنی ہیں **اخذ الشئی وافیاً** یعنی کسی چیز کو پورا پورا لے لینا کہ کچھ باقی نہ رہے۔قرآن کریم کی دو آیات ملاحظہ ہوں!

کل نفس ذائقة الموت وانما توفون اجورکم یوم القیمة (آل عمران:۱۸۵)	ہر نفس موت کو چکھنے والا ہے اور سوائے اس کے نہیں کہ تم قیامت کے دن پورا پورا اجر دیئے جاؤ گے۔
ثم توفی کل نفس ما کسبت وهم لا یظلمون (آل عمران:۱۶۱)	پھر پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ہر نفس کو جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

فائدہ:

کچھ تھوڑا بہت اجر تو دنیا میں بھی مل جاتا ہے اس لیے فرمایا کہ پورا پورا اجر قیامت کے دن ملے گا۔دیکھئے ان آیات میں **توفی** کے معنی استیفا اور اتمام کے ہی ہیں اور حقیقی معنی یہی ہیں۔**توفی** بمعنی موت یہ مجازی معنی ہیں یعنی مرنے والے پر **توفی** کا اطلاق اس لیے ہوتا ہے کہ اس کی مدت حیات پوری ہو جاتی ہے اور اتمام عمر کے لیے موت لازم ہے لیکن **توفی** عین موت نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے! **حتی یتوفهن**

الموت (النساء:۱۵)۔یہاں تک کہ موت ان کی عمر تمام کردے۔**توفی** کی حقیقت موت نہیں اس سلسلے میں بھی دو آیات قرآنی ملاحظہ ہوں!

وھو الذی یتوفاکم باللیل و یعلم ماجرحتم بالنھار (الانعام:۶۰) اور وہی ہے جو تم کو پورا پورا لے لیتا ہے اور جانتا ہے جو تم نے دن میں کمایا۔

اس آیت میں **توفی** کا اطلاق نیند پر ہوا ہے چونکہ نیند کے وقت عقل وادراک اور تمیز و ہوش کو پورا پورا لے لیا جاتا ہے اس لیے **توفی** کا اطلاق ہوا۔

اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا (الزمر:۴۲) اللہ ہی قبض کرتا ہے نفسوں کو جب ان کے مرنے کا وقت ہوتا ہے اور جو نہیں مرے ان کو قبض کرتا ہے ان کی نیند کے وقت۔

اس آیت میں کس قدر صاف تصریح ہے کہ موت کے وقت **توفی** ہوتی ہے مگر **توفی** عین موت نہیں اور موت کیساتھ اسکو جمع اس لیے کیا گیا کہ موت کے وقت روح پوری پوری لے لی جاتی ہے۔حاصل یہ کہ **توفی** کے معنی وہی استیفا ءاور **اخذ الشئی وافیا** یعنی شئی کو پورا پورا لینے کے ہیں۔**توفی** میں کوئی تغیر وتبدل نہیں صرف **توفی** کے متعلق میں تبدیلی ہوتی ہے کسی جگہ **توفی** کا متعلق اجر وثواب ہے تو وہ پورا پورا دیا جائے گا۔کسی جگہ نیند ہے تو اس میں عقل وادراک اور تمیز وہوش کو پورا پورا لے لیا جاتا ہے۔اور کسی جگہ موت ہے تو اس میں روح کو پورا پورا لے لیا جاتا ہے۔آیات زیر بحث میں **توفی** کا متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور عیسیٰ صرف روح کا نہیں بلکہ روح مع الجسم کا نام ہے اور **متوفیک** و **رافعک** میں خطاب جسم مع الروح کو ہے لہذا **انی متوفیک و رافعک الی** کا معنی یہ ہوا کہ بے شک میں تجھے پورا پورا مع جسم وروح اس طرح لے لوں گا کہ تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا۔اسی حقیقت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن **فلما توفیتنی** کے الفاظ میں ظاہر فرمائیں گے کہ جب تو نے مجھے اٹھالیا تو پھر تو ہی ان پر نگران تھا۔مذکورہ بالا بیان کی تصدیق وتائید میں اکابر مفسرین کے ارشادات ملاحظہ ہوں!

١)فقال بعضهم هي وفاة نوم	اور بعض فرماتے ہیں کہ یہ وفات نیند ہے
وكان معنى الكلام على	ان کے طریق پر کلام کا معنی یہ ہوگا کہ بے
مذهبهم انى منيمك	شک میں تجھے سلاؤں گا اور نیند کی حالت
ورافعك في	میں تجھے اٹھاؤں گا اور دوسرے سب یہ
نومك۔۔۔وقال آخرون	فرماتے ہیں کہ اسکا معنی یہ ہے کہ بے شک
معنى ذلك انى قابضك من	میں تجھے زمین سے پورا پورا لے لوں گا اور
الارض فرافعك الى قالوا و	اپنی طرف اٹھالوں گا اس لیے کہ وفا کا معنی
معنى الوفاة القبض كما	قبض کرنا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ اپنا
يقال توفيت من فلان مالى	سارا مال لے لیا ہے
عليه	یعنی قبضے میں کر لیا ہے۔لہذا ارشاد ربانی
بمعنى قبضته واستوفيته	
قالوا	

فمعنی قوله انی متوفیك ورافعك ای قابضك من الارض حیا الی جواری واخذك الی ماعندی بغیر موت۔ (ابن جریر ص۳/۱۸۳ مطبوعہ مطبع المیمنہ مصر)	انی متوفیك ورافعك کا معنی یہ ہے کہ میں تجھے زمین سے بغیر موت کے زندہ اپنے جوار میں لے لوں گا۔
۲)عن الحسن فی قول الله عزوجل یا عیسیٰ انی متوفیك ورافعك الی۔۔۔قال رفعه الله الیه فهو عنده فی السماء۔ (ابن جریر ص۳/۱۸۲) (تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم المتوفی ۳۲۷ھ ص۲۶۱/۲، مطبوعہ بیروت)	حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے اس قول انی متوفیك کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ نے انکو اپنی طرف اٹھالیا تو وہ اللہ کے پاس آسمان میں ہیں۔

۳)فلما توفیتنی کا معنی ہے آسمان پر اٹھانا (تفسیر بیضاوی ص۲/۱۱۹)

۴) فلما توفیتنی بالرفع الی السماء لقوله تعالیٰ انی متوفیك ورافعك والتوفی اخذ الشئی وافیا والموت نوع منه۔

جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے انی متوفیك ورافعك اور توفی کا معنی ہے شئی کو پورا پورا لے لینا اور موت اسکی ایک نوع ہے۔

۵) فلما توفیتنی والمراد منه وفلة الرفع الی السماء من قوله انی متوفیك ورافعك الی۔ (تفسیر کبیر ص ۲۸۶/۳ مطبوعہ مطبع العامرہ الشرفیہ ۱۳۰۸ھ)

فلما توفیتنی کا مطلب ہے کہ آسمان کی طرف اٹھانا جیسا کہ اسکا ارشاد ہے انی متوفیك ورافعك الی۔

رفعتني الى السماء فالمراد به وفاة الرفع

نے مجھے آسمان کی طرف اٹھا لیا ہے مراد اٹھانا ہے موت نہیں۔

مطبوعہ مطبع المیمنہ مصر)

فلما توفيتني جب تو نے مجھے آسمان

۷)فلما توفيتني بالرفع الى السماء والتوفى اخذ الشئى وافيا۔(جامع البیان ص ۱۱۱)

فلما توفيتني جب تو نے مجھے آسمان پر اٹھا لیا۔اور توفی کا معنی ہے شیٔ کو پورا پورا لے لینا۔

۸)فلما توفيتني بالرفع الى السماء كما فى قوله تعالىٰ انى متوفيك ورافعك الى فان التوفى اخذ الشئى وافيا والموت نوع منه۔(ابو السعود ص ۳۳۳/۲ بر حاشیہ تفسیر کبیر)

فلما توفيتني جب تو نے مجھے آسمان پر اٹھا لیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان انى متوفيك ورافعك الى میں ہے پس بے شک توفی کا معنی شیٔ کو پورا پورا لے لینا ہے اور موت اس کی ایک نوع ہے۔

۹)فلماتوفيتني۔قبضتني بالرفع الى السماء(والتوفى اخذ الشئ وافيا) ۔(تفسیر جلالین بر حاشیہ بیضاوی ص ۱/۱۵۳)

فلماتوفيتني یعنی جب تو نے مجھے لے کر آسمان پر اٹھا لیا۔اور توفی شیٔ کو پورا پورا لے لینا۔

۱۰)فلما توفيتني يستعمل التوفى فى اخذ الشئ وافيا اى كاملاً والموت نوع منه قال الله تعالىٰ يتوفى الانفس حين موتها والتى لم تمت فى منامها وليس المراد الموت بل المراد الرفع كما

(فلما توفيتي)توفی کا استعمال وہاں ہوتا ہے جہاں شیٔ کو پورا پورا کامل طور پر لے لیا جاتا ہے اور موت اسکی ایک نوع ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ قبض کرتا ہے نفسوں کو ان کی موت کے وقت اور جو نہیں مرے ان کو قبض کرتا ہے ان کی نیند کے وقت

اور یہاں مراد موت نہیں بلکہ آسمان پر اٹھانا

قال المفسر۔ (تفسیر الصاوی ص ۲۹۸/۱، حاشیہ جلالین)	ہے۔جیسا کہ مفسرین نے فرمایا ہے۔
(تلك عشرة كاملة)☆	(یہ پورے دس دلائل ہیں)☆
4:وان من اهل الكتاب الا ليومنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيداً۔ (النساء:۱۵۹)	اور کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں ہوگا مگر وہ ضرور ضرور ایمان لائے گا عیسیٰ (علیہ السلام) پر ان کی موت سے پہلے اور وہ قیامت کے دن گواہ ہوں گے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں جمہور مفسرین فرماتے ہیں کہ بہ اور موتہ کی دونوں ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں جیسا کہ سیاق وسباق سے بھی واضح ہے۔اور خود نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ عظام رضی اللہ عنہم سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔چنانچہ ملاحظہ ہو۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا!

والذى نفسى بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكما عد لا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الحرب و يفيض المال حتى لا يقبله احد حتى تكون السجدة الواحدة خير من الدنيا وما فيها ثم قال ابو هريرة واقرء وان شئتم وان من اهل الكتاب الاليومنن به ويوم القيامة يكون عليهم شهيدا۔ (بخاری شریف ص ۴۹۰/۱، مسلم شریف ص ۱/۸۷)	اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے بے شک عنقریب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے اس حال میں کہ وہ حاکم عادل ہوں گے صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے جنگ کو ختم کر دیں گے اور اس قدر مال بہا دیں گے کہ کوئی قبول کرنے والا نہ ہوگا اور ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا پھر ابو ہریرہ نے فرمایا! اگر چاہو تو اس کی تصدیق کے لیے یہ آیت پڑھو وان من اهل الكتاب الآية۔

مرزا صاحب قادیانی اور ان کے متبعین کہتے ہیں **وان شئتم** یہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نہیں بلکہ ابوھریرہ کا استنباط ہے جو حجت نہیں۔ یعنی یہ حدیث مرفوع نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابن سرین جلیل القدر تابعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ **کل حدیث ابی هریرہ عن النبی** ﷺ (شرح معانی الآثار ص۱/۱۱) کہ ابوھریرہ کی تمام حدیثیں مرفوع ہیں اگرچہ بظاہر وہ موقوف ہوں۔ لیکن ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ روایت مرفوع ہے۔ ملاحظہ ہو۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا!

یوشك ان ینزل فیكم ابن	عنقریب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے
مریم حكما عدلا یقتل	اس حال میں کہ وہ حاکم عادل ہوں
الدجال ویقتل الختزیر و	گے۔ دجال اور خنزیر کو قتل کریں گے اور
یكسر الصلیب ویضع	صلیب کو توڑیں گے اور جزیہ ختم کر دیں
الجزیة ویفیض المال و	گے اور مال کو بہا دیں گے یہاں تک کہ
تكون السجدة واحدة لله	سجدہ صرف اللہ رب العلمین کے لیے ہی
رب العلمین واقرؤا ان	ہوگا اور اگر چاہو تو تصدیق کے لیے یہ
شئتم وان من اهل الكتاب	آیت پڑھو۔ **وان من اهل**
الا لیومنن به قبل موته	**الكتاب الا لیومنن به قبل**
موت عیسیٰ ابن مریم ۔(در منثور ص۲/۲۴۲ مطبوعہ تہران)	**موته موت عیسیٰ ابن مریم**۔

دیکھئے یہ روایت مرفوع ہے اور حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے اور اس ارشاد گرامی میں ہے **قبل موته موت عیسیٰ ابن مریم** اور حضرت قتادہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی فرماتے ہیں کہ قبل موتہ سے مراد موت عیسیٰ ابن مریم ہے۔ (ابن جریر ص۶/۱۲، در منثور ص۲/۲۳۱)

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں!

قبل موته قال قبل موت	قبل موتہ سے مراد موت عیسیٰ ہے اور خدا
عيسىٰ والله انه الآن لحى	کی قسم وہ عیسیٰ علیہ السلام اس وقت اللہ کے
عند الله ولكن اذا انزل	پاس یقیناً زندہ ہیں اور جب نازل ہوں
آمنوا به اجمعون (ابن جریر	گے سب اہل کتاب ان پر ایمان لائیں
ص۱۲/۶، درمنثور ص۲۴۱/۲)	گے۔

حضور نبی کریم ﷺ اور صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کی تفسیر سے ثابت ہوگیا کہ **قبل موته** میں (ہ) ضمیر کا مرجع عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور وہ آسمان پر زندہ ہیں جب نازل ہوں گے اُس وقت تمام اہل کتاب اُن پر ایمان لائیں گے۔ اور تمام اہل کتاب اُن پر ایمان نہیں لائے لہذا ثابت ہوا کہ ابھی ان کی موت نہیں ہوئی۔

اب غور کیجئے کہ اس آیت میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے تمام اہل کتاب اُن پر ضرور ضرور ایمان لائیں گے اور یہ حقیقت ہے کہ تمام اہل کتاب اُن پر ہرگز ہرگز ایمان نہیں لائے تو ماننا پڑے گا کہ ابھی اُنکی موت نہیں ہوئی جب وہ دوبارہ نازل ہوں گے اس وقت تمام اہل کتاب اُن پر ایمان لائیں گے اور یہ فرمان الٰہی پورا ہوگا ۔جولوگ یہ کہتے ہیں کہ اُن کی موت ہوگئی ہے اُن پر لازم ہے کہ وہ ثابت کریں کہ تمام اہل کتاب اُن پر ایمان لائے ہیں اور یہ ہرگز وہ ثابت نہیں کر سکتے تو اب اُن کے لیے ضروری ہے کہ وہ مان لیں کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں بصورت دیگر وہ اپنے غلط قول سے کلام خداوندی کی تکذیب کر رہے ہیں۔

مرزا صاحب قادیانی اور ان کے متبعین کہتے ہیں کہ آیت میں **قبل موته** کی ضمیر کا مرجع کتابی ہے اور ایک قرأت میں **قبل موتهم** ہے لہذا آیت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں ہے مگر وہ اپنی موت سے پہلے عیسیٰ پر ضرور ضرور ایمان لائے گا۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ یہ قول سخت ضعیف ہے اور یہ قرأت بھی شاذ ہے کسی صحیح یا حسن سند سے ثابت نہیں۔ چنانچہ علامہ امام ابن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں!

واولـــی هـــذه الاقــوال بالصحة القول الاول وهو انـه لا یبقی احد من اهل الکتـاب بعد نزول عیسیٰ علیه السلام الا آمن به قبل موته ای قبل موت عیسیٰ علیـــه الســلام ۔(تفسیر ابن کثیر ص ۳/۲۳۳)	اقوال میں سے صحیح ترین قول قطعاً یہی ہے کہ دونوں ضمیریں عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد کوئی اہل کتاب ایسا نہیں ہوگا مگر وہ ان کی موت سے پہلے ضرور ایمان لائے گا۔

اور اگر بفرض محال موتہ کی ضمیر کا مرجع کتابی کو مان لیا جائے تو بھی قادیانیوں کے باطل عقیدہ مذکور یہ کی ہرگز تائید نہیں ہوتی بلکہ اہل ایمان اور اہل حق ہی کی تائید ہوتی ہے چنانچہ ملاحظہ ہو۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے فرزند امام محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں!

لیس من اهل الکتاب احد الا اتته الملائکة یضربون	کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں ہے مگر اس کی موت کے وقت اس کے پاس فرشتے

وجهه و دبره ثم يقال	آتے ہیں اور اس کے چہرے اور سرین پر
يا عدوالله ان عيسیٰ روح	خوب مارتے ہیں پھر کہتے ہیں اے دشمن
الله و كلمته كذبت على	خدا بے شک عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ
الله و زعمت انه الله ان	کی روح اور اسکے کلمہ ہیں تو نے اللہ پر
عيسیٰ لم يمت وانه رفع	جھوٹ بولا اور گمان کیا کہ وہ اللہ
الى السماء وهو نازل قبل	ہیں۔ بے شک عیسیٰ (علیہ السلام) ابھی
ان تقوم الساعة فلا يبقى	نہیں مرے اور بے شک وہ آسمان کی
يهودى ولا نصرانى الا	طرف اٹھا لئے گئے اور وہ قیامت سے
آمن به۔ (در منثور ص ۲/۲۴۱)	پہلے نازل ہوں گے پس اس وقت کوئی
	یہودی اور نصرانی باقی نہ رہے گا مگر وہ ان پر
	ایمان لائے گا۔

ام المومنین حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی ایسا ہی مروی ہے!

فاذا كان عند نزول عيسیٰ	جو اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے
آمنت به احياؤهم كما	نزول کے زمانہ کو پائیں گے وہ آپ پر
آمنت به موتاهم۔ (در منثور ص	ایمان لائیں گے جیسا کہ نزول سے پہلے
۲/۲۴۱)	اہل کتاب اپنی موت کے وقت ایمان
	لاتے ہیں۔

الحمدللہ! ثابت ہوگیا کہ جن کا یہ قول ہے کہ **موتہ** کی ضمیر کا مرجع کتابی ہے وہ بھی اسی کے قائل ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھا لیے گئے ہیں اور قرب قیامت تشریف لائیں گے۔

5: ويكلم الناس فى المهد	اور وہ (عیسیٰ علیہ السلام) کلام کریں گے
وكهلا ومن الصلحين۔ (آل	لوگوں سے ماں کی گود میں اور کہولت میں۔
عمران: ۴۶)	

مھد کے معنی شروع وابتدا کے ہیں اس لیے شروع کلام کو تمہید کہتے ہیں۔ اس سے مراد ماں کی گود ہے۔ **کھل** کے

لغوی معنی پختگی اور مضبوطی کے ہیں۔اصطلاح میں جوانی اور بڑھاپے کی درمیانی حالت کا نام کہولت ہے۔جس کی ابتدا بعض کے نزدیک چونتیس اور بعض کے نزدیک چالیس سال سے ہے اور انتہا ساٹھ سال ہے۔اس کے بعد بڑھاپا ہے۔تو جس طرح ماں کی گود میں بطور معجزہ آپ نے کلام فرمایا اسی طرح آسمان سے واپس تشریف لا کر بطور معجزہ کہولت میں کلام فرمائیں گے۔اگر یہ نہ مانا جائے تو پھر خاص طور پر اس کا بیان کرنا بے معنی ہو جائے گا کیوں کہ دنیا کا ہر انسان کہولت میں کلام کیا ہی کرتا ہے۔نیز اگر آپ کا آسمان سے تشریف لانا نہ مانا جائے تو آیت کے معنی درست نہیں ہوتے کیوں کہ آپ کہولت سے پہلے یعنی تینتیس سال کی عمر میں آسمان پر اٹھا لیے گئے لہذا ثابت ہوا کہ آپ ضرور تشریف لا کر بطور معجزہ کہولت میں کلام فرمائیں گے۔چنانچہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں!

ان المراد بقوله و كهلا ان يكون كهلا بعد ان ينزل من السماء في آخر الزمان و يكلم الناس وليقتل الدجال قال الحسين بن الفضل وفي هذه الآية نص في انه عليه الصلوة السلام سينزل الى الارض ۔(تفسیر کبیر ص۲/۴۷۲)	اللہ تعالیٰ کے فرمان وکھلا کا مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد کہول ہوں گے۔اس وقت آپ لوگوں سے کلام کریں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔حضرت حسین بن فضل فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس بارے میں صریح نص ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نازل ہوں گے۔

ایسا ہی تفسیر بیضاوی، جامع البیان، خازن، معالم التنزیل اور مظہری وغیرہ میں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

6:قال عیسیٰ ابن مریم اللھم ربنا انزل علینا مائدةً من السمآءِ تکون لنا عیدًالاولنا واخرنا واٰیةً منك۔(المائدہ:۱۱۴)

عیسیٰ ابن مریم نے کہا اے اللہ ہمارے پروردگار ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار تا کہ وہ ہمارے لیے اولین اور ہمارے آخرین کے لیے عید ہو اور وہ تیری طرف سے ایک نشانی ہو۔

اس آیت میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اولین اور اپنے آخرین کا ذکر فرمایا۔یعنی آپ کی زندگی کے دو دور ہیں۔دور اول کے ماننے والے اولین اور دور ثانی کے ماننے والے آخرین ہوں گے جیسا کہ گزشتہ آیات میں بھی وضاحت کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

7:وانہ لعلم للساعة فلا تمترن بھا۔(الزخرف:۱۶)

اور بے شک وہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی علامت ہیں۔پس تم اس میں ہرگز شبہ نہ کرو۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرات صحابہ اور تابعین کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال ملاحظہ ہوں۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں!

وانہ لعلم للساعة قال نزول عیسیٰ ابن مریم۔(ابن جریر ص ۲۹/۲۵،در منثور ص ۲۰/۶)

کہ بے شک قیامت کی نشانی عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) کا نزول ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں!

وانہ لعلم للساعة قال خروج عیسیٰ یمکث فی الارض اربعین سنة۔(در منثور ص ۲۰/۶)

کہ قیامت کی نشانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہے۔وہ چالیس سال زمین میں رہیں گے۔

حضرت قتادہ، حضرت مجاہد، حضرت حسن بصری، حضرت ضحاک، حضرت ابومالک، حضرت ابن زید رضی اللہ عنہم اور بعد کے جمہور مفسرین فرماتے ہیں! "**وانہ لعلم للساعۃ قالوا نزول عیسیٰ بن مریم**" (ابن جریر ص۴۹/۱۵، درمنثور ص۲۰/۶)

علامہ امام ابن کثیر اس آیت کے تحت فرماتے ہیں!

(وانه لعلم للساعة) ای آیة للساعة خروج عیسیٰ ابن مریم علیه السلام قبل یوم القیامة وهکذا روی عن ابی هریرة وابن عباس وابی العالیه وابی مالك و عکرمه والحسن وقتاده والضحاك وغیرهم وقد تواترت الاحادیث عن رسول الله ﷺ انه اخبر بنزول عیسیٰ علیه السلام قبل یوم القیامة اماما عادلا وحکما مقسطا۔ (تفسیر ابن کثیر ص۱۳۲/۴)

کہ قیامت کی علامت ونشانی عیسیٰ علیہ السلام کا اس سے پہلے نازل ہونا ہے ایسا ہی حضرت ابوہریرہ وابن عباس وابوالعالیہ، ابومالک، عکرمہ، حسن، قتادہ، ضحاک رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ سے مروی ہے اور بے شک اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے متواتر احادیث آئی ہیں جن میں آپ نے قیامت سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خبر دی ہے کہ وہ امام عادل اور انصاف کرنے والے حاکم ہو کر نزول فرمائیں گے۔

قرآن کریم کی آیات کی تفسیر میں صرف اکابر صحابہ اور تابعین کرام کے اقوال پیش کئے گئے ہیں اگر بعد کے تمام مفسرین کے اقوال بھی پیش کیے جاتے تو مضمون بہت طویل ہو جاتا۔

الحمدللہ! قرآن کریم کی سات آیات اور ان کی تفاسیر سے یہ مسئلہ واضح طور پر ثابت ہو گیا اور جہاں تک احادیث مبارکہ کا تعلق ہے وہ اس بارے میں اتنی زیادہ ہیں کہ اس مختصر مضمون میں ان کے ذکر کی گنجائش

نہیں۔ناظرین حضرات اس سے اندازہ لگالیں کہ اکابر محدثین کرام نے اپنی اپنی معتبر اور معتمد کتب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی احادیث کے باب باندھے ہیں۔ان احادیث کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو زرد چادروں میں ملبوس دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے ہوئے اس حال میں دمشق کی مسجد کے سفید شرقی مینار پر اتریں گے کہ ان کے بالوں سے قطرات ٹپکتے ہوں گے۔ان کا قد میانہ رنگ سرخ و سپید بال کچھ کچھ گھنگریالے اور کندھوں پر پڑے ہوں گے۔جب نازل ہوں گے عمر ۳۳ سال ہوگی۔چالیس سال زندہ رہیں گے۔نکاح میں کریں گے اولاد بھی ہوگی۔دجال اور خنزیر کو قتل کریں گے صلیب کو توڑیں گے جزیہ ختم کردیں گے۔اسلام کے سوا سب دین مٹ جائیں گے۔اس وقت لوگوں کے درمیان کینہ بغض اور حسد وغیرہ نہ ہوگا۔شیر اونٹ کیساتھ،چیتا گائے کیساتھ بھیڑیا بکری کیساتھ چریں گے اور بچے سانپ کیساتھ کھیلیں گے اور وہ انہیں نقصان نہ دے گا۔مال کی اس قدر کثرت ہوگی کہ کوئی قبول نہ کرے گا۔ان کی وفات کے بعد مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور مدینہ منورہ میں حجرہ مبارکہ میں حضور اکرم ﷺ کے پہلو میں دفن ہوں گے۔

اجماع اُمت

عقائد کے امام حضرت امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں!

فقد اجمعت الامة علی نزول عیسیٰ ولم یخالف فیه احد من اهل الشریعة۔(کتاب الابانۃ عن اصول الابانۃ ص ۴۶)	ساری اُمت کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ بے شک اللہ عزوجل نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا ہے۔

علامہ سفارینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

فقد اجمعت الامة علی نزول عیسیٰ ولم یخالف فیه احد من اهل الشریعة(شرح عقیدہ سفارینیہ ص ۹۰/۲)	پس تحقیق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر تمام اُمت کا اجماع ہو چکا ہے اور اس مسئلے میں اہل شریعت میں سے ایک فرد بھی مخالف نہیں

امام ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

واجمعت الامة علی ماتضمنه الحدیث المتواتر من ان عیسیٰ فی السماء حی وانه ینزل فی آخر الزمان۔ (تفسیر البحر المحیط ۲/۴۷۳)

حدیث متواتر کے بموجب تمام اُمت کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں زندہ موجود ہیں اور آخر زمانہ میں نازل ہوں گے۔

اسی طرح جامع البیان ص ۱۵ پر ہے!

والاجماع علی انه حی فی السماء وینزل ویقتل الدجال ویوید الدین۔

علماء اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ بے شک وہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں زندہ ہیں اور نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور دین اسلام کی تائید کریں گے۔

امام الائمہ سراج الامۃ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں!

وخروج الدجال ویاجوج وماجوج وطلوع الشمس من مغربها ونزول عیسیٰ علیه السلام من السماء وسائر علامات یوم القیامة علی ماوردت به الاخبار الصحیحه حق کائن۔ (فقہ اکبر ص ۷ مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۳۷۳ھ۔ شرح فقہ اکبر لملا علی قاری ص ۱۳۵ مطبوعہ مطبع حنفی ۱۲۶۹ھ)

خروج دجال اور یاجوج و ماجوج اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول ہونا اور وہ تمام علامات قیامت جو صحیح احادیث میں وارد ہوئی ہیں حق ہیں ہونے والی ہیں۔

تقریباً یہی عبارت شرح عقائد نسفی ص ۱۰۸ مطبوعہ مطبع گلزار خلیل ۱۲۸۲ھ میں ہے۔

الحمد للہ! ثابت ہو گیا کہ مسئلہ حیات مسیح اُمت کا اجماعی مسئلہ ہے اس پر تمام اہل ایمان اور اہل حق کا اتفاق

اور اجماع ہے۔ آپ نے گزشتہ سطور میں حضور اکرم ﷺ، صحابہ کرام اور تابعین عظام کے ارشادات ملاحظہ فرمائے ہیں۔ ایک مسلمان اس بات کو بڑی آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی نے مسئلہ ختم نبوت اور حیات مسیح وغیرہ کو صحیح نہیں سمجھا تو بس میدان صاف ہو گیا۔ پیچھے رہ کیا گیا؟ کیوں کہ یہی حضرات دین و ایمان کی بنیاد ہیں۔ انہی کے ذریعے سے ہم تک دین پہنچا۔ ہمارا ایمان ہے کہ بلاشبہ انہوں نے ہی صحیح سمجھا۔ بعد والے جو ان کے خلاف کہہ رہے ہیں اور ان کی تکذیب کر رہے ہیں خود غلط اور جھوٹے ہیں۔

ایک نظر ادھر بھی

مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں کہ وہ عیسیٰ ابن مریم جس نے نازل ہونا تھا وہ میں ہی ہوں۔ لوگوں نے کہا آپ عیسیٰ ابن مریم کیسے ہیں؟ آپ کا نام تو غلام احمد اور آپ کی والدہ کا نام چراغ بی بی ہے۔ کہنے لگے کہ اللہ نے مجھے مریم بنا دیا چنانچہ دو سال تک میں نے صفت مریمیت میں پرورش پائی۔ پھر مجھ میں عیسیٰ کی روح پھونکی گئی اور مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا یہ حمل تقریباً دس مہینے رہا پھر درد زہ ہوئی پھر میں مریم سے عیسیٰ بن گیا اس طرح میں عیسیٰ ابن مریم ہوں یعنی میں ولد میں۔ لوگوں نے کہا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب ابن مریم آسمان سے اتریں گے ان پر دو زرد رنگ کی چادریں ہوں گی۔ مرزا صاحب نے فرمایا! ان زرد چادروں سے مراد دو بیماریاں ہیں جو مجھ کو لگی ہوئی ہیں۔ ایک ذیابیطس پیشاب میں شکر آنا۔ چنانچہ مجھ کو بعض مرتبہ ایک دن میں سو سو مرتبہ پیشاب آتا ہے۔ دوسری مرگی و مراق چنانچہ مرزا صاحب کو دورہ پڑتا تو گر پڑتے تھے اور ہاتھ پاؤں کانپتے۔

لوگوں نے کہا عیسیٰ ابن مریم دجال کو قتل کریں گے آپ کے زمانے میں کون سا دجال ہے جس کو آپ نے قتل کیا؟ کہنے لگے دجال سے مراد پادریوں کا گروہ ہے میں نے ان کو شکست دی ہے۔

لوگوں نے کہا دجال کا گدھا بھی ہو گا۔ اگر عیسائی دجال ہیں تو ان کا گدھا کون سا ہے؟ مرزا صاحب نے فرمایا! دجال کا گدھا ریل گاڑی ہے۔ لوگوں نے کہا عیسیٰ ابن مریم حضور ﷺ کے روضے میں دفن ہوں گے۔ آپ کو تو حج و زیارت بھی نصیب نہیں ہوئی۔ کہنے لگے میں روحانی طور پر حضور کے روضے میں دفن ہوں گا۔ (معاذ اللہ)

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد — جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اعتراضات و جوابات

اعتراض ۱:

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے انی متوفیك کا معنی ممیتك کیا ہے۔ (دیکھو بخاری شریف و ابن جریر و در منثور)

جواب: یہ روایت ضعیف ہے اس روایت کے راوی علی بن طلحہ ہیں اور انہوں نے ابن عباس سے تفسیر نہیں سنی اور وہ ضعیف ہیں چنانچہ تہذیب التہذیب ص ۳۴۰/۷ میں ہے!

قال دحیم لم یسمع التفسیر	دحیم نے کہا علی بن طلحہ نے ابن عباس سے
من ابن عباس وقال یعقوب	تفسیر سنی ہی نہیں۔ یعقوب بن سفیان
بن سفیان ضعیف الحدیث	فرماتے ہیں کہ حدیث ضعیف ہے منکر
منکر لیس محمود	ہے اور اس کا مذہب پسندیدہ نہیں۔
المذهب وعن احمد له	
اشیاء منکرات۔	

امام احمد فرماتے ہیں! اس میں بہت سی برائیاں ہیں۔ کس قدر افسوس ہے کہ وہ روایت جو ضعیف اور غیر معتبر ہے وہ مرزائیوں کے نزدیک حجت ہے اور قرآن کریم۔ صحیح تفاسیر و احادیث اور اجماع اُمت نا قابل قبول ہے۔

جواب ۲: اگر ابن عباس سے (بروایت ضعیف) متوفیك کا معنی ممیتك مروی ہے تو ان سے تقدیم و تاخیر بھی تو مروی ہے ملاحظہ ہو! (انی متوفیك ورافعك) مقدم و موخر۔ (تفسیر ابن عباس برحاشیہ در منثور ص ۱/۱۷۷) فرماتے ہیں! انی متوفیك ورافعك میں تقدیم تاخیر ہے۔ یعنی متوفیك بعد میں ہے اور ورافعك پہلے ہے۔ اسکی تائید و تصدیق ان کے شاگرد رشید حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ سے ملاحظہ ہو فرماتے ہیں!

عن ابن عباس فی قوله	ابن عباس نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد انی
تعالیٰ انی متوفیك ورافعك	متوفیك ورافعك کی تفسیر میں
یعنی رافعك ثم متوفیك	فرمایا کہ رفع پہلے ہے وفات بعد میں آخر
فی آخر الزمان۔ (در منثور ص ۲/۳۶)	زمانے میں ہوگی۔

یہ کس قدر ظلم ہے کہ ابن عباس کا نصف قول لے لیا جائے اور نصف چھوڑ دیا جائے۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ (الشعراء:۲۲۷)

اعتراض ۲: وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل (آل عمران:۱۴۴) اور نہیں محمد (ﷺ) مگر رسول بے شک آپ سے پہلے رسول گزر چکے ہیں۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضور اکرم ﷺ سے پہلے تمام رسول گزر چکے ہیں۔ یعنی وفات پا چکے ہیں۔ لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام بھی وفات پا چکے ہیں۔

جواب: لفظ خلت خلو یا خلا سے مشتق ہے۔ اس کے معنی ہیں علیحدہ ہو جانا نہ کہ مر جانا اسی لیے تنہائی کو خلوت کہتے ہیں اور مقام تنہائی کو بیت الخلا۔ اس لفظ کا استعمال زندوں پر بھی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے! واذا خلوا الی شیاطینهم (البقرة:۱۴) اور جب وہ اپنے شیطانوں کے پاس علیحدہ (اکیلے) ہوتے ہیں واذا خلوا عضوا علیکم الانامل من الغیظ (آل عمران:۱۱۹) اور جب وہ علیحدہ (اکیلے) ہوتے ہیں تو تم پر غصے سے اپنی انگلیاں کاٹتے (چباتے) ہیں۔ ان دونوں آیتوں میں زندوں پر خلوا کا استعمال ہوا ہے۔ ثابت ہوا کہ خلت کا استعمال زندوں پر بھی ہوتا ہے۔ سبحان اللہ یہ اعجاز قرآنی ہے کہ ایسا لفظ فرمایا جو دونوں پر مستعمل ہے لہٰذا معنی یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے پہلے تمام رسول تشریف لے جا چکے ہیں خواہ وفات پا کر یا آسمان پر جا کر۔ اگر خلت کا معنی صرف مر جانا ہی کیا جائے تو پھر بیت الخلا کا نام غالباً قادیانیوں کے ہاں مردہ خانہ ہوگا۔

اعتراض ۳: بخاری و مسلم شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا! قیامت کے دن میری اُمت کے کچھ لوگ دوزخ کی طرف لے جائے جائیں گے تو میں کہوں گا یہ تو میرے صحابہ ہیں! جواب ملے گا کیا آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا؟ اس وقت میں وہی کہہ دوں گا جو اللہ تعالیٰ کے صالح بندے (حضرت) عیسیٰ کہیں گے کہ جب تک میں ان میں تھا ان پر نگران تھا فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ اور جب تو نے مجھے وفات دی تو تو ہی ان پر نگہبان تھا۔

اس حدیث سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفی کی صورت وہی ہے جو آں حضرت ﷺ کی توفی ہے ورنہ آپ کا یہ فرمانا فاقول کما قال درست نہیں رہتا۔ آں حضرت ﷺ نے بعینہٖ وہی لفظ توفیتنی جو مسیح کے لیے استعمال ہوا اپنے لیے استعمال فرمایا۔ تعجب ہے کہ آں حضرت ﷺ کے لیے جب لفظ توفی آئے تو اس کے معنی موت لیے جائیں مگر جب وہی لفظ حضرت مسیح کے لیے آئے تو اس کے معنی آسمان پر اٹھانا لیے جائیں۔

جواب: **فاقول کما قال** میں تشبیہ صرف معذرت میں ہے **توفی** میں نہیں کہ جیسے عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن معذرت کرتے ہوئے کہہ دیں گے کہ مولیٰ جب تک میں ان میں رہا ان کی نگرانی کرتا رہا۔ بعد میں اگر وہ بدل گئے تو اُن کی ذمہ داری مجھ پر عائد نہیں ہوتی کیوں کہ میں نے تیرا پیغام ان تک صاف صاف اور علانیہ پہنچا دیا تھا۔ اسی طرح میں بھی کہہ دوں گا یعنی جب تو نے ان کو آسمان پر اٹھالیا تو رفع آسمانی کے بعد جس طرح وہ اپنی اُمت کے کفر و شرک کرنے کے ذمہ دار نہیں رہے اسی طرح میں بھی اپنی وفات کے بعد ان لوگوں کا جو مرتد ہو گئے ذمہ دار نہیں۔ رہا یہ کہنا کہ لفظ ایک ہی **تَوَفَّیْتَنِیْ** کا دونوں پر استعمال ہوا ہے لہذا **توفی** کی صورت اور معنی بھی دونوں جگہ ایک ہی ہوں گے غلط اور کتاب وسنت سے ناواقفی کی دلیل ہے۔ ایک ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ ایک ہی لفظ جب دو مختلف اشخاص پر بولا جائے تو حسب حیثیت وحالت اس کے معنی بھی جدا جدا ہو سکتے ہیں دیکھئے آیت کریمہ! **اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا** (الزمر:۴۲) میں لفظ **يتوفى** (جس کا مصدر وہی **توفی** ہے) مگر اس کا اطلاق دو صورتوں میں اور دو معنوں پر ہوا ہے ایک جگہ **توفی** سے مراد موت ہے اور ایک جگہ نیند ہے۔ اسی طرح **توفیتنی** لفظ ایک ہی ہے جس کا مصدر وہی **توفی** ہے مگر ایک جگہ موت ہے اور ایک جگہ زندہ آسمان پر اٹھانا ہے۔ اگر یہ نہ مانا جائے تو حضور اکرم ﷺ کے کلام میں تضاد لازم آتا ہے کہ ایک جگہ تو فرما رہے ہیں کہ ان کی موت ہو گئی اور دوسری جگہ فرما رہے ہیں کہ ان کو زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا ہے اور وہ قرب قیامت تشریف لائیں گے۔ اور آپ ﷺ کے کلام میں تضاد نہیں ہو سکتا لہذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت عیسیٰ کی **توفی** سے حضور ﷺ کی مراد موت نہیں۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆